© rasailojaraid.com

چولستان کلچر کا ارتقاء

ڈاکٹر میاں مشتاق احمد

پاکستانی کلچر ۱۹۴۷ء سے شروع نہیں ہوا۔ یہ دھرتی، جوارضِ پاک ہے۔ ہمارا وطن ہے۔ یہ ہمیشہ سے موجود ہے اور یہاں پرانسانی تہذیب کا وجود ہزاروں سالوں سے قائم ہے۔ اس پاک دھرتی کے مختلف حصوں کا کلچراور تہذیبی رویے اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کو محفوظ کیا جائے۔ میں اس کے ایک حصے کی تصویر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا دیکھئے کہ یہ کلچر کیا شاندار تہذیبی عناصر لئے ہوئے پروان چڑھا کہ آج بھی خواجہ فرید کی آواز روہی کے دور دراز میں جب چاندنی رات میں ڈھول کی تھاپ پر گونجتی ہے تو گرم لہو میں بھونچال پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ خواجہ فرید جس نے روہی کے کئی رنگ دکھاتے ہوئے، کبھی اسے ڈین ڈراکل کہا اور کبھی ساون بھادوں کی برساتوں کی حسین مصوری سے لفظوں میں زندگی ڈال دی۔ روہی کا یہ کلچر اپنے ارتقاء کے ہر موڑ پر آباد و شاد رہا ہے اور سرائیکی کی مٹھاس سے آشنا لوگوں نے اس کے کئی روپ دیکھے ہیں۔

موجودہ چولستان، جو صوبہ پنجاب کا حصہ بننے سے پہلے، ۱۷۲۰ء سے ۱۹۵۵ء تک ریاست بہاولپور کہلاتی تھی۔ اس کا موجودہ صحرائی حصہ اب سی ڈی اے کے زیرانتظام ہے جو تقریباً ۲۹ ہزار مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ جہاں گائیڈ کے بغیر ٹریک چھوڑنا موت کو دعوت دینا ہے، جو اب محض پاکستانی وڈیروں اور عرب امرا کی شکارگاہ ہے۔

یہ سرزمین دو ہزار سال قبل مسیح وادیءِ سرسوتی کہلاتی تھی۔ سرسوتی، جو اس دھرتی کے اساطیر میں دانش کی محترم دیوی جانی جاتی تھی۔ یہ دریائے سوسوتی کے کنارے آباد تیس سے زائد قلعوں یعنی راج دھانیوں پر مشتمل تھی۔ جن کا مرکز ان کے وسط میں اپنے جلال و جمال سمیت آج بھی ڈٹا ہوا ہے اور آپ کو یعنی عہدِ موجود کے انتھراپالوجی، تہذیب اور تاریخ کے ماہرین اور محققین کو پکار رہا ہے، دعوتِ تحقیق دے رہا ہے۔

ہاں اس سامنے چلنے والی سکرین پر مجھے اس کے جلوے، آپ کے ساتھ دیکھنے کا موقع مل رہا ہے۔ یہ دراوڑ فورٹ ہے! جو ہمارے آباً کی نشانی ہے، ہمارا ورثہ ہے، یہ بتاتا ہے کہ ہم دراوڑ ہیں، جو یہاں ہزاروں سال قبل از مسیح میں موجود تھے! یہ میرے ہونے کی دلیل ہے۔ اس کا ٹوبہ جس کی تہہ میں چارفٹ موٹے پینٹل کی پرت موجود ہے۔ میرے آباً کی مہذبانہ بودوباش کی شاہد ہے۔ یہاں انتھراپالوجی، آرکیالوجی اور تہذیب و تاریخ کے اعلیٰ ترین قومی محقق موجود ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ دراوڑ نسل کی، تہذیب کی، کلچر کی یہ نشانی ابھی تک مٹائی نہیں جاسکی۔ ہماری تمام تر چشم پوشی اور بے رخی، ابھی تک اس کے وجود کو صفحہ ہستی سے نہیں مٹا سکی۔ اس دور کا اپنا کلچر اور اپنی تاریخ تھی، ہم نے اپنی تاریخ ایک خاص زمانے اور نقطے سے شروع کر رکھی ہے تو پھر اس کی جانچ پرکھ اور بحالی کی سر دردی آخر کیوں اپنے سر لیں؟ پانچ جلدوں پر مشتمل تاریخ شاہ مراد گردیزی جو تاریخِ چولستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ مرأۃ دولتِ عباسیہ، اور جواہر عباسیہ نہیں چھپیں تو عجب نہیں! ان کی پردہ پوشی چہ معنی دارد؟

آخر ہمارے محققین کون سے پاکستانی کلچر کی بنیادیں ڈھونڈ رہے ہیں؟ کیا مرتب کر رہے ہیں اور کن بنیادوں پر ریسرچ کر رہے ہیں؟ وہ سب ورثہ، وہ ساری نشانیاں جو عمرکوٹ سے فورٹ مروٹ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ سرائیکی کلچر کے آثار ہیں۔ یاد رکھیے! کوئی کلچر، زبان کے بغیر اپنا وجود قائم نہیں کرتا۔ کلچر کی تشکیل میں مذاہب سے بھی زیادہ اہم، زبان کا کردار ہوتا ہے۔ جس زبان میں گنعان محفوظ ہو گئے کہ اسماعیلی انہیں سنبھالنے کو محفوظ تھے۔ سرائیکی مرثیے کی ہزار سالہ تاریخ غضنفر مہدی کی پی ایچ ڈی نے محفوظ کر دی۔ سرائیکی لوک ادب، جو ابھی تک اس طرح لکھا نہیں گیا، جو صدری علم کی طرح بڑی بوڑھیوں سے بچیوں بالیوں کو نسل در نسل منتقل ہوتا رہا ہے وہ چنن پیر کے راستے منت پر جاتے ہوئے، موسمی تہواروں، برسات کی خوشیوں، شادی کی رسموں پر اجتماعی کورسوں میں گائے جاتے وقت، اور انفرادی طور پر کسی عزیز کی موت پر بین کی صورت پھوٹ بہتا ہے۔ مگر نئی نسل کے لئے اجنبی ہے۔ غیر مانوس ہے۔ اس کے مفاہیم کو سرطان ہو رہا ہے، کہ ہم نے اپنی جڑوں کو تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ ہم ایکسپلا ئیٹرز کے تشکیل کردہ کلچر سے آگاہ ہیں یا پھر الٹرا ماڈ کی والدین کو نشی کہہ دینے والی بے جڑ کمیونٹی کے نقال بن بیٹھے ہیں۔ ایک نظم کی چند لائنیں سنیے:

میں ہک لفظ ئیں کھسکیا اج تئیں
اُچ شہر دے مقبرے سارے
بی بی جندوڈی دا روضہ
سِلھ سِلھ تی ڈھہندے ویندن
پتن مُنارہ
جیکوں صدیاں نیو نیو سو سلامیاں ڈیون
رکر دا ویندے
میکوں ڈرائے
میڈے بالیں میتھوں میڈا شجرا پُچھیا
تاں میں کیا اکھیساں

خیر یہ تو ایک تحقیقی منصوبے یا تجویز کے لئے جوازِ تحقیق پیش کیا گیا اگر اس مفروضے کا پس منظری مطالعہ کرنا ہو تو ہمیں محض صدری روایات کی لکیر ہی پیٹنا پڑتی ہے۔ حیرت ہے کہ بشریات کے امریکی ماہرین کو سندھ کی بستی عیسان نظر آ جاتی ہے۔ کوٹ ڈی جی نظر آ جاتا ہے۔۔۔ جہاں کھدائی کروا کے وادیٔ سندھ کے دراوڑی آثار ڈھونڈے جاتے ہیں۔ چند مورتیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور آثار روں کی بنیاد پر کچھ تعبیریں کی جاتی ہیں۔ کچھ دعوے کیے جاتے ہیں۔ اس طرح باقی جگہوں پر کھدائی و تحقیق کی بناً پر دراوڑی تہذیب کے آغاز و ارتقاء کی کہانی بُنی گئی ہے۔ یا اس کا ہیولا تعمیر کیا گیا ہے۔ لیکن خود دراوڑ کے نام موسوم ایک پوری قلعہ جاتی پٹی ایک پورا نیٹ ورک محققین کی توجہ کا مرکز نہیں بن سکا۔

اس کا پہلا جواب یا علاج تو یہ کیا گیا کہ کہہ دیا گیا یہ قلعہ عباسی خلفاً کی یادگار ہے۔ مگر یہ ڈھکوسلا تو یوں بھی بدنیتی پر مبنی ہے کہ کہ چولستانی آبادیوں میں ''مچ'' کے گرد جگ راتے کرنے والے داستان گو یا ڈاڈے ہال، آج بھی پوری پوری آبادیوں کو جندوا اور تارہ کی بہادری یا غداری کے وہ قصے خاندانی روایت کے آمین کے طور پر سناتے ہیں کہ کس طرح تھری راجہ سے دراوڑ قلعہ آزاد کرایا گیا۔ اس رزمیہ کو سننے کے لئے آج بھی چولستانی آبادیاں پوری پوری رات جگ راتا کرتی ہیں۔ داستان کے آخر میں نقارچیوں کی ٹولی پوری آبادی کے نوجوانوں کو پریڈ ٹائپ جھومر کراتی ہے۔ جس کا آخری ٹکڑا ڈاکیاں والا ہوتا ہے۔ جس پر للکارے مارتا ہوا آج چولستانی اپنے ہاتھوں میں پورے سال کی سنبھال کر رکھی ہوئی لاٹھی سے مسلح پھیرے کے چکروں میں ہوتا ہے۔ اور نقارے کے تھاپ کے منظّم آہنگ کے ساتھ رٹے رٹائے بے معنی کلمات دہرار ہا ہوتا ہے۔ یہ کس کے خلاف جنگی تیاری ہے۔ کہ اب اسے معلوم ہی نہیں رہا اس سے کیا چھن گیا ہے جسے پانے کے لئے یہ صف بندی ہے؟ اس کا شعور کہیں گم ہو گیا ہے۔ اس کی پہچان کھو گئی ہے۔ کہ وقت کی ظالم لہر بہت سے نشان مٹا دیتی ہے وہ تو محض تھاپ کی تال پر رقص میں ہے۔

سلسلہء روز و شب نقش گر حادثات

اور ریت کی آندھی بہت کچھ ڈھانپ دیتی ہے۔ ایک سازشی قاتل کی طرح حقائق کو چھپا دیتی ہے۔ Fisher Suzan نے چولستان پر لکھے گئے اپنے ناول ''ڈاٹر آف دی ونڈ'' میں اس کہانی میں Existing Surface کو نہایت مؤثر انداز میں دکھایا ہے۔ اس ناول کو ۱۹۹۲ء کا بہترین ناول قرار دیا گیا ہے۔ وہ ریت گھر! ہاں وہ ریت گھریوں کہ ترکی میں ریت کو چول کہا جاتا ہے۔ جہاں ۵۰ سے اوپر کے درجہ حرارت لیس ''سمندر سے پھولڑے'' تک کے بے آب و گیاہ ریت صحرائے چولستان میں تیز مسلسل آندھی کے ساتھ اُڑتی ہے اور سسی کے ارمان تک جلا دیتی ہے۔

ہاں تو جب ترک یعنی عباسی خلفاً یہاں آئے تو انہوں نے ریت کے اس طوفان کو ریت کا گھر یعنی چولستان کہا۔ مگر ان کے اس نام دینے سے پہلے اس ریت گھر میں قلعے موجود تھے۔ پوری تہذیب موجود تھی۔ اور ڈاکٹر رفیق مغل کے پی ایچ ڈی کے مقالے بموضوع ''پری ہڑپّین پیریڈ آف چولستان'' میں اس آباد انسانی تہذیب کے جو جو نقوش تلاش کیے گئے ہیں۔ وہ دراوڑ فورٹ اور اس کے ساتھ ملحقہ قلعوں کی زنجیر کی بہت طویل کہانی سناتے ہیں۔

مگر ہمارے ہاں چیزوں کو دیکھنے کی ایک خاص عینک ہے۔ اور انہیں متعارف کرانے کی کچھ مخصوص ضرورتیں مقاصد اور ان کے تحت طے کی گئی حدود ہوتی ہیں۔ مثلاً یہاں کل گورنمنٹ کالج تخت لاہور کے ایک محترم سکالر شیرانی کے نظریہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تولد زبان اُردو کو لاہور سے جوڑ رہے تھے۔محترم سر! شیرانی غریب نے تو ملتان اور اوچ کی بات کی تھی اور اس کے لئے عبدالحکیم اچوی کی یوسف زلیخا سے حوالے پیش کئے تھے۔جس کی نسل ہمارے تہذیبی مدفن اوچ شریف میں معہ ان کی مثنوی یوسف زلیخا کے آج بھی موجود ہے۔اسی غلط فہمی کے ازالے کے لئے ڈاکٹر مہر عبدالحق نے سیّد عبداللہ کی نگرانی میں خود پنجاب یونیورسٹی لاہور سے رجسٹر ہو کے پی ایچ ڈی اُردو کا تھیسس ''مُلتانی اور اُردو'' پیش کیا تھا، جس میں شیرانی کی بات کی صراحت کی گئی مگر کیا کیا جائے ہمیں یو پی اور بنگال عناصر کا غاصبانہ عمل تو نظر آتا ہے بے چارے دراوڑ یا اوچ والے کیوں نظر التفات کے سزاوار ہوں؟

چولستان پر تحقیقی مطالعے کے چار ادوار بنتے ہیں:

پہلا باب: آج کا چولستان

جس میں خالق کو رحم آجائے کھنمبیوں کے ساتھ ساتھ روہیلے بھی اُگ آتے ہیں۔مگر اب وہ محض چھیٹرو ہیں۔محکوم ہیں اور ''مروٹ سے تھر کے بارڈر تک'' ان کا کوئی الگ حلقہء انتخاب نہیں۔ان کی کوئی نمائندگی نہیں کہ وہ خانہ بدوش ہیں۔ہاں سی ڈی اے چولستان ترقیاتی ادارہ کے نام سے ایک کنٹرولنگ اتھارٹی انہیں قابو میں رکھنے کو موجود ہے۔جو انہیں بن بارش کی لاٹوں کے خواب دکھاتی اور لوٹتی رہتی ہے۔(لاٹ کا مطلب ایک گذارہ یونٹ یعنی سو کنال زمین کا سرکار کی طرف سے اجازت نامہ کاشت)۔

دوسرا باب: ترکوں/عباسی خلفاً کا دور

جس میں عباسیوں خلفاً نے ان قلعہ جات پر قبضہ کر لیا اور کچھ اصلاحات کیں اس دور میں خواجہ فریدؒ کی کافیوں کی کوک اس صحرا میں موجود ہے۔

تیسرا باب

ہنوز آبیائی سماج کے قبضے کا ہے۔یہ بہت طویل دورانیہ ہے اور یہی دراصل دراوڑ قوم کی تنزلی کا آغاز ہے۔اسے دورِ زوال کہا جاسکتا ہے۔

اور چوتھا باب

جسے رفیق مغل نے "PRE HARAPIAN PERIOD of Cholistan" کہا ہے۔یہ دراوڑ فورٹ کے معماروں کا دور ہے اور یہی دراوڑی تہذیب وثقافت کے پھلنے پھولنے کا زمانہ ہے۔جس میں اس تہذیب کے نقوش کی حقیقی تفہیم کی جانی چاہئے۔

میں زبان وادب کا طالب علم ہوں زبان کی تحقیق میرا فیلڈ ہے۔میں تو چولستان کے حقیقی منظر میں ایک ٹوبے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے ٹوبے اور ایک آبادی سے دوسری آبادی تک پہنچ کر راتیں گذارتا اور منظوم لسانی اثاثے یا ورثے کو اکٹھا کرنے کی اپنی سی کوشش میں برسوں سے مگن ہوں۔ میں لوگوں سے سن کر ریکارڈ کر کے، کچھ اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ شاید اس ترتیب سے میرے آباؑ کی کوئی پہچان مرتب ہو سکے مجھے میری جڑوں کا ادراک ہو سکے اور میرا یہ مفروضہ کہ "میں دراوڑ ہوں" زمانے کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہو سکے۔ یہ کوئی تحقیقی منصوبہ نہیں ہے۔ یہ تو پاکستانی کلچر پر اتھارٹی رکھنے والے سکالروں اور محققین کے سامنے پیش کی گئی ایک درخواست کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ شاید اسے بھی کبھی درخورِ اعتناً سمجھا جائے۔

© rasailojaraid.com